قبل از ولادت نبوی مباحث سیرت تفسیر روح المعانی کی روشنی میں

(تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)

Sīrah Discussions Before Prophet (peace be upon him)'s Birth in Tafsīr Rōh ul M'ānī

(Research-Oriented Critical Study)

واجد محمود*

ڈاکٹر محمد عاطف اسلم راؤ**

ABSTRACT:

Biography of the Prophet (peace be upon him) is a comprehensive guide to every aspect of life, including beliefs, worship, routines of daily life, economics and so on. For the need for a rectified society, Islamic scholars have always set forth Sīrah to play a practical role. Thus, scholars have compiled numerous books on Sīrah. 'AllāmaAalōsī possesses a significant position among the outstanding scholars of Islam. His commentary Rōh ul M'ānī, Tafsīr al-Qur'ān al-Karīmwa'l-Saba wal-Muthānī, is a beautiful blend of the spiritual guidance of the Holy Qur'ān and presentation of diverse aspects of Sīrah. This research is aimed to explore the contributions of 'AllāmaAalōsī in the field of Tafsīr and Sīrah as he attained a distinct dignity as one of the best reformers and Mufassir in the history of Islam. Utilizing analytical and historical research methodology, the article presents all those significant events and references that occurred before the birth of the Holy Prophet (peace be upon him). The research stands very significantly in Islamic literature because it revisits the famous book of 'AllāmaAalōsī to elaborate his contributions in the field of the Sīrah discussions and opens up an exposure for Islamic researchers to study tafāsīr of the Holy Quran with this aspect as well.

Keywords: 'AllāmaAalōsī, Islamic literature, Ruh al-M'āni, Sīrah Discussions, Rectified Society.

---

* پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک لرننگ، جامعہ کراچی

** اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک لرننگ، جامعہ کراچی

تمہید

مفسرین نے قرآنِ کریم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مختلف امور کو مدِ نظر رکھا ہے۔ جن میں سے ایک اہم امر ہادی عالم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔ علامہ ابو الثناء شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی البغدادی الآلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) کی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر القرآن الکریم والسبع المثانی" کو بلامبالغہ سابقہ تمام تفاسیر کا نچوڑ کہا جاسکتا ہے۔ تفسیر روح المعانی پر مختلف جہات سے کافی کام ہوا ہے خصوصاً عرب جامعات میں لیکن مباحثِ سیرت کے عنوان سے کوئی کام ابھی تک راقم کی نظر سے نہیں گزرا۔ آپ نے اپنی تفسیر میں دیگر امور کے ساتھ ساتھ آیات کے ذیل میں مباحث و متعلقاتِ سیرت پر خصوصی بحث کی ہے اور مستند کتبِ حدیث و سیرت سے متعلقہ روایات کو نقل کیا ہے۔ ان مباحث کو اہلِ سیر کی ترتیب کے لحاظ سے درج ذیل ابواب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. قبل از ولادت النبی ﷺ مباحثِ سیرت
2. مکی زندگی سے متعلق مباحثِ سیرت
3. مدنی زندگی سے متعلق مباحثِ سیرت

زیرِ نظر مضمون میں قبل از ولادت مبارکہ مباحثِ سیرت کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کیا جائے گا۔ یہ مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے:

1: علامہ آلوسی اور تفسیر روح المعانی کا مختصر تعارف

2: تفسیر روح المعانی میں قبل از ولادت النبی ﷺ مباحثِ سیرت کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

علامہ آلوسی کا مختصر تعارف

ابو الثناء شہاب الدین محمود بن عبد اللہ بن محمود بن درویش بن عاشور الحسینی الآلوسی البغدادی کا سلسلہ نسب والدہ کی طرف سے حضرت حسن اور والد کی طرف سے حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہما سے جا ملتا ہے۔ اس بات کا ذکر خود آپ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں سورۃ الشعراء کی آیت {وَأَنْذِرْ

عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ}[1] کے ذیل میں کیا ہے[2]۔ آپ اپنی نسبت "الآلوسی" سے مشہور ہیں۔ آپ نے بغداد کی ایک بستی آلوس کے قدیم محلہ کرخ میں ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۱۷ھ میں نماز جمعہ سے قبل ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی[3]۔ آپ نے اپنے زمانہ کے اجل اربابِ علم سے استفادہ کیا۔ حتیٰ کہ بعض اساتذہ و مشائخ کے درس کو دس سال سے بھی زیادہ عرصہ تک لازم پکڑے رکھا۔ جب آپ کی عمر ۲۵ سال ہوئی تو آپ کے سب سے زیادہ جلیل القدر استاذ الشیخ علاء الدین علی الافندی الموصلی نے اکابر علماء و مشائخ کی موجودگی میں آپ کو اجازتِ حدیث اور دستارِ فضیلت سے نوازا۔ اِس کے بعد آپ نے باقاعدہ مسندِ تدریس کی ذمہ داریاں سنبھال لیں[4]۔ آپ تمام علوم و فنون میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اس لیے ہزاروں طلباء نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھائی۔ علامہ آلوسی نے تزکیہ نفس اور نورِ باطن کے حصول کے لیے اپنے زمانے کے مشہور صوفی بزرگ شیخ ضیاء الدین خالد بن احمد بن حسین نقشبندی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور ان کی خدمت میں رہ کر سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق مکمل کیے[5]۔ بقول الشیخ محمد بہجت الاثری آپ کی تالیفات کی تعداد ۲۰ سے متجاوز ہے اور فتاویٰ جات اور رسائل اور اشعار ان کے علاوہ ہیں[6]۔ تاہم آپ کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف تفسیر روح المعانی ہے۔ آپ کی ساری زندگی تعلیم و تعلم، دعوت وارشاد اور تصنیف و تالیف میں گزری۔ بالآخر ۲۵ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک قبل از مغرب ۵۳ سال کی عمر میں یہ آفتابِ علم ایک عالم کو منور کرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا، معروف صوفی بزرگ حضرت معروف کرخی کے مقبرہ کے پہلو میں آپ کو دفن کر دیا گیا[7]۔

---

1 سورۃ الشعراء:214۔

2 الآلوسی، محمود بن عبد اللہ، **تفسیر روح المعانی**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، 1415ھ، ج1 ص150۔

3 شکری، السید محمود، **المسک الاذفر**، بیروت: الدار العربیہ الموسوعات، طبع اول، 1427ھ، ص15۔

4 شکری، السید محمود، **المسک الاذفر**، ص17۔

5 العزاوی، المحامی عباس، **ذکری ابی الثناء الآلوسی**، بغداد: شرکۃ التجارۃ والطباعۃ الصالحیہ، طبع اول، 1377ھ، ص51۔

6 الاثری، محمد بہجت، **حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث العشر**، بیروت: مجمع اللغۃ العربیہ، ۱۳۸۳ھ، ص ۲۵۔

7 الذہبی، محمد حسین، **التفسیر والمفسرون**، مصر: مکتبہ وھبہ، س ن، ص251۔

تفسیر روح المعانی کا مختصر تعارف

متاخرین میں سے علامہ محمود بن عبداللہ الآلوسی کی تفسیر "روح المعانی فی تفسیر قرآن العظیم والسبع المثانی" سابقہ تمام تفاسیر کا نچوڑ ہے۔اس تفسیر میں حدیث، اصولِ حدیث، سیرت، صحابہ و تابعین کے اقوال، فقہ، اصولِ فقہ، فقہاء کی مختلف آراء، علم الکلام، علم الصرف، علم النحو، علم المعانی، فصاحت و بلاغت، عربی اشعار، اعراب، علم الادب، علم التجوید والقرآت، وعظ و نصیحت، علم المخاصمہ والمناظرہ، تصوف، علمی اسرار ورموز الغرض تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ قاری کو تمام مفسرین کے ذوق کی جھلک اس تفسیر میں نظر آتی ہے۔ آپ نے ۱۶ شعبان المعظم ۱۲۵۲ھ کی رات اس تفسیر کے لکھنے کا آغاز کیا، جب کہ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ ۱۵ سال کی شب وروز کی محنتِ شاقہ کے بعد آپ نے ۱۲۶۷ھ میں اس تفسیر کو مکمل کیا[1]۔ زیر نظر مقالہ میں تفسیر روح المعانی کے اُس نسخہ سے استفادہ کیا ہے جو مکتبہ شاملہ میں مندرج ہے اور دارالکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۶ مجلدات پر مشتمل ہے جن میں سے آخری جلد فہارس پر مشتمل ہے۔

تفسیر روح المعانی میں مباحثِ سیرت کے نقل کرنے میں علامہ آلوسی کا منہج

علامہ آلوسی کی تفسیر علمِ درایت و علم روایت کا بہترین امتزاج ہے۔ اسی وجہ سے تفسیر بالرائے کی اقسام میں تفسیر روح المعانی کو تفسیر بالرائے المحمود کا درجہ ملا ہے[2]۔ علامہ آلوسی آیات کی تفسیر بیان کرتے وقت تفسیر القران بالقرآن، تفسیر القرآن بالسنہ، اور تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والتابعین کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ یہ بنیادی اصول تفسیر روح المعانی میں ہر مقام پر نظر آتے ہیں۔ علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں مباحثِ سیرت پر بڑی شرح وبسط کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ جن کے بیان میں آپ صحیحین کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ دوسری کتب سے روایت نقل کرنے کی صورت میں اس کی صحت یا ضعف کا حکم لگاتے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر آپ اپنے ہی منہج سے انحراف کرتے ہوئے صحیح حدیث کے بجائے ضعیف حدیث لاتے ہیں۔ کہیں صحیحین میں روایت موجود ہونے کے باوجود کتبِ تاریخ کا حوالہ دیتے ہیں۔ بعض

---

1 الذہبی، **التفسیر والمفسرون**، ص 251۔

2 ایضاً، ص 257۔

مقامات پر روایت کے حکم میں آپ سے تسامح بھی ہوا ہے۔ کہیں اسرائیلیات کارد کرتے ہیں تو کہیں خود اسرائیلی روایات کو ذکر دیتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس اجمال کی تفصیل بمع امثلہ بیان کریں گے۔

تفسیر روح المعانی میں قبل از ولادت النبی ﷺ مباحثِ سیرت کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

یاد رہے کہ یہاں مباحثِ سیرت سے مراد آنحضرت ﷺ کی ولادت سے قبل پیش آنے والے حالات و واقعات اور روایات ہیں۔ جنہیں تمام سیرت نگاروں نے خصوصیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چونکہ روح المعانی اصولاً تفسیر ہے اس لیے علامہ آلوسی نے آیات کے تحت تمام احوال و واقعات کا احاطہ تو نہیں کیا البتہ اکثر مباحث کو بیان کیا ہے۔ بعض کو اجمالاً اور بعض کو تفصیلاً۔ چنانچہ اہلِ سیر کی ترتیب کے مطابق درج ذیل عنوانات کے تحت ان مباحث کو بیان کیا جاتا ہے۔

عالم ارواح میں منصبِ نبوّت کا تفویض کیا جانا

عالمِ ارواح میں حضور ﷺ کو نبوت کا عطا کیا جانا متعدد احادیث میں منقول ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے[1]۔ علامہ آلوسی نے اس مضمون کو درج ذیل آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔

{ قُلْ إِنِّيَ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ }[2]

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"والمراد بالأمر بذلك الأمر الكوني أي قل إني قيل لي: كن أول من أسلم فكنت، وذلك قبل ظهور هذه التعينات وإليه الإشارة بما شاع من قوله صلّى الله عليه وسلّم «كنت نبيا وآدم بين الماء والطين»"[3]

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اس مقام پر امر سے مراد امر تکوینی ہے۔ یعنی عالم ارواح میں مجھ سے کہا گیا کہ آپ سب سے پہلے اسلام لائیے تو میں نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت

---

1 الترمذی، محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی أبو عیسی، **سنن الترمذی**، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،بَابٌ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث:۳۶۰۹، ج5ص595۔

2 سورۃ المائدۃ:۱۴۔

3 الآلوسی، تفسیر روح المعانی، ج۴ص۱۳۲۔

کا اظہار کیا اور اس کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے جو کہ مشہور ہے: میں نبی اس وقت تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

دوسرے مقام پر سورۃ الحجرات کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے دوسری روایت نقل کی جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

«أنا أول الأنبياء خلقا وآخرهم بعثا وكنت نبيا وآدم بين الماء والطين»[1]

اس حدیث کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ المقاصد الحسنہ میں فرماتے ہیں:

"وأما الذي على الألسنة بلفظ: كنت نبيا وآدم بين الماء والطين، فلم نقف عليه بهذا اللفظ، فضلا عن زيادة: وكنت نبيا ولا آدم ولا ماء ولا طين، وقد قال شيخنا في بعض الأجوبة عن الزيادة: إنها ضعيفة والذي قبلها قوي."[2]

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: "لا أصل له بهذا اللفظ"[3]

نیز اس حدیث کو علامہ زرکشی نے اپنی کتاب التذکرہ فی احادیث المشتھرہ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات میں نقل کیا ہے۔ جبکہ اس حدیث کے مقابلے میں اسی مضمون کی صحیح حدیث جامع ترمذی میں موجود ہے لیکن علامہ آلوسی نے اس حدیث کو نقل نہیں کیا۔ ترمذی میں حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ؟ قَالَ: «وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالجَسَدِ»[4]

علامہ ترمذی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

---

1 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج ۷ ص ۲۸۵۔

2 السخاوی، عبدا لرحمن بن محمد، **المقاصد الحسنہ**، بیروت: دار الکتب العربی، طبع اول، ۱۴۰۵ھ، حرف الکاف ج ۱ ص ۵۲۱۔

3 السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین، **الدرر المنتشرہ فی احادیث المنتشرہ**، عمادہ شئون المکتبات، جامعۃ الملک سعود، الریاض، س ن، حرف الکاف، ج ۱ ص ۱۶۳۔

4 **الترمذی، جامع الترمذی**، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابٌ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث: ۳۶۰۹، ۵/۵۸۵۔

"هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ"[1]

انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و میثاق

سرکارِ دوعالم ﷺ کی آمد سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا کہ اگر تمہاری زندگی میں وہ نبی آخر الزماں تشریف لے آئیں تو تم ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ}[2]

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں دو روایات ذکر کی ہیں۔

أخرجه ابن جرير[3] عن علي كرم الله تعالى وجهه قال: لم يبعث الله تعالى نبيا آدم فمن بعده إلا أخذ عليه العهد في محمد صلى الله تعالى عليه وسلم لئن بعث وهو حي ليؤمنن به ولينصرنه ويأمره فيأخذ العهد على قومه ثم تلا الآية[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ رب العزت نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا تو ان سے وعدہ لیا کہ اگر ان کی زندگی میں حضور ﷺ کو مبعوث کر دیا گیا تو وہ ضرور بالضرور ان پر ایمان لے کر آئیں گے اور ان کی مدد کریں گے اور اپنی قوم سے بھی اس بات کا عہد لیں گے۔ اس کے بعد آپ نے اس آیاتِ مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔

---

1 ایضاً، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابٌ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث: ۳۶۰۹، ۵/ ۵۸۵۔

2 سورۃ آل عمران: ۸۱۔

3 الطبری، محمد بن جریر، **جامع البیان فی تاویل القرآن (تفسیر الطبری)**، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، طبع اول، ۱۴۲۰ھ، ج ۶ ص ۵۵۵۔

4 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج ۲ ص ۲۰۱۔

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے مسند ابی یعلیٰ کے حوالے سے دوسری روایت بھی ذکر کی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"والله لو كان موسى حيا بين أظهركم ما حل له إلا أن يتبعني"[1] [2](اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا)

اس روایت کو اگرچہ شیخ شعیب الارنوط وغیرہ نے مجالد کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا ہے[3] لیکن متعدد محدثین نے اس حدیث کو اپنی کتب میں جگہ دی ہے، چنانچہ اس روایت کو علامہ احمد نے بھی اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ لہٰذا فضائل کے باب میں اس حدیث کا اعتبار کیا جائے گا[4]۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا

کعبۃ اللہ کی تعمیر کے مکمل ہونے کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی:

{رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ}[5]

"اے میرے رب اس کعبۃ اللہ کو آباد کرنے کے لیے اس قوم میں انہی میں سے ایک رسول بھیجیے جو ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے بلاشبہ آپ غالب ہیں حکمت والے ہیں"۔

اسی بناء پر آپ ﷺ کو دعاء ابراہیم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل روایات نقل کی ہیں:

---

1 ایضاً، ج۲ص۲۰۲۔

2 ابو یعلیٰ، احمد بن علی، **مسند ابی یعلیٰ**، بیروت: دار المأمون للتراث، طبع اول، ۱۴۰۴ھ، مسند جابر، رقم الحدیث: ۲۱۳۵، ج4ص102۔

3 احمد بن حنبل، **مسند احمد**، تحقیق: شعیب الارنوط وعادل مرشد، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، مسند جابر، ۱۴۲۱ھ، رقم الحدیث: ۱۴۶۳۱، ج22ص468۔

4 ایضاً، مسند جابر، ۱۴۲۱ھ، رقم الحدیث: ۱۴۶۳۱، ج22ص468۔

5 سورۃ البقرہ: ۱۲۹۔

«سأخبركم بأول أمري، أنا دعوة إبراهيم، وبشارة عيسى، ورؤيا أمي التي رأت حين وضعتني»(1)

(میں تمہیں اپنی ابتداء کے متعلق خبر دیتاہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش پر دیکھا تھا۔)

اس روایت کو علامہ آلوسی نے مسند احمد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ لیکن مسند احمد بن حنبل میں روایت کے الفاظ ذرا مختلف ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

"وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِ ذَلِكَ ، دَعْوَةِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبِشَارَةِ عِيسَى قَوْمَهُ ، وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِي رَأَتْ"(2)

ممکن ہے کہ علامہ آلوسی سے روایت کے نقل کرنے میں تسامح ہوا ہو یا آپ نے روایت بالمعنیٰ نقل کی ہو۔

نبوت کا بنی اسماعیل میں منتقل ہونا

بنی اسرائیل میں کم و بیش چار ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا گیا لیکن بنی اسرائیل نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ابنیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو ٹھکرایا بلکہ اللہ رب العزت کے ان برگزیدہ بندوں کو ناحق قتل بھی کیا جس کے متعلق قرآن کریم میں متعدد مقامات پر صراحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس ناقدری کی وجہ سے نبوت جیسا عظیم منصب بنی اسماعیل میں منتقل کر دیا گیا تو راۃ میں بھی اس کے متعلق تصریح موجود ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی آیت مبارکہ {وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا}(3) کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" روي أن عبد الله بن سلام دعا ابني أخيه سلمة ومهاجرا إلى الإسلام فقال لهما: ... فنزلت وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيا "(4)

---

1 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج ا ص ۳۸۴۔

2 **احمد بن حنبل**، **مسند احمد**، حدِيثُ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **رقم الحدیث**: ۱۷۱۵۰ ج28 ص379۔

3 سورۃ البقرہ: ۱۳۰۔

4 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج ا ص ۳۸۵۔

" حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجوں سلمہ اور مہاجر کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں اولادِ اسماعیل میں ایک نبی بھیجوں گا جس کا نام احمد ہو گا، پس جو ان پر ایمان لے کر آئے گا وہ ہدایت پا جائے گا اور جو ان پر ایمان نہیں لائے گا وہ ملعون ہو گا۔ تو حضرت سلمہ اور مہاجر رضی اللہ عنہما نے اسلام قبول کر لیا پس اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ "

اس روایت کو علامہ آلوسی کے علاوہ متعدد علماء دین نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے؛ جن میں تفسیر بغوی(1)، تفسیر ثعلبی(2)، تفسیر کشاف(3) شامل ہیں۔ تاہم کتبِ حدیث، کتبِ تخریج حتیٰ کہ کتب العلل میں بھی یہ روایت نہیں مل سکی۔ البتہ کتب سیرت میں صرف علامہ حلبی نے السیرۃ الحلبیہ میں اس کو نقل کیا ہے(4)۔

حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے خاتم الانبیاء ﷺ کی پیشین گوئی

{وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ} (5)

یہ قرآن مجید کی ایک بہت ہی اہم آیت ہے، جس پر مخالفینِ اسلام کی طرف سے بہت زیادہ بحث کی گئی ہے اور بدترین خیانت سے بھی کام لیا گیا ہے، کیونکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

---

1 البغوی، حسین بن مسعود الفراء، **معالم التنزیل فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر البغوی**، بیروت: داراحیاء التراث العربی، طبع اول، 1420ھ، ج1ص169۔

2 الثعلبی احمد بن محمد، **الکشف البیان عن تفسیر القرآن المعروف تفسیر الثعلبی**، بیروت: داراحیاء التراث العربی، طبع اول، 1422ھ، ج1ص278۔

3 الزمخشري، محمود بن عمرو، جاراللہ، **الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل**، بیروت: دارالكتاب العربي، طبع اول، 1407ھ، ج1ص191۔

4 الحلبي، علي بن إبراهيم بن أحمد، **إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون، (السيرة الحلبية)** بیروت: دار الكتب العلمية 1427ھ، باب: ما جاء من أمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن أحبار اليهود وعن الرهبان من النصارى وعن الكهان من العرب ج1ص307۔

5 سورۃ الصف:٦۔

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف نام لے کر آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اس لیے علّامہ آلوسی نے اس پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علّامہ آلوسی نے توراۃ کی روایات کو نقل کرکے اتمامِ حجت کیاہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"وقوله تعالى: وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي معطوف على مُصَدِّقاً، وهو داع أيضا إلى تصديقه عليه السلام من حيث إن البشارة بهذا الرسول صلّى الله عليه وسلم واقعة في التوراة كقوله تعالى في الفصل العشرين من السفر الخامس منها..."[1]

حاصل کلام یہ ہے کہ وَمُبَشِّراًبِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي کا عطف مُصَدِّقاً پر ہے۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنے کی دعوت دے رہے ہیں وہ اس طرح کہ رسول کریم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری توراۃ میں بھی موجود ہے۔ جیسا کہ توراۃ کے سفر خامس کی بیسویں فصل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"خدا سینا سے آیا تھا اور ساعیر سے ظاہر ہوا تھا اور اس کے ساتھ فاران کے پہاڑوں سے اس کے دائیں طرف خالص پروردگار نمودار ہوئے تھے"۔ او اِس سفر خامس کی گیارہویں فصل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے موسیٰ! میں آپ کی طرح بنی اسرائیل میں ایک نبی اٹھاؤں گا، میں اپنے الفاظ اس میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہ ان کو بتائے گا اور جو کوئی اس نبی کی بات کو قبول نہیں کرے گا تو میں اس سے اور اس کی نسلوں سے انتقام لوں گا نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں یہ بھی ہے کہ اس کا دین تمام آسمانی کتابوں اور جملہ انبیاء کرام علیھم السلام کی تصدیق کرتا ہوگا"۔

کتبِ سماویہ کا حوالہ دینے میں علامہ آلوسی کا یہ طرز دیکھنے میں آیا ہے کہ آپ کتاب یا فصل کا حوالہ دے دیتے ہیں۔ صفحہ نمبر یا جلد نمبر تو یکسر نقل نہیں کرتے۔ اور بعض مقامات پر کتاب یا فصل کا حوالہ بھی نہیں دیتے۔ نیز یہ کہ بعض مقامات پر علامہ آلوسی اسرائیلیات کا رد کرتے ہیں تو کہیں خود ان کو ذکر کرتے ہیں۔ کہیں تو ان پر بحث کرتے ہیں اور کہیں صرف روایت نقل کرنے پر اکتفا فرماتے ہیں۔ جیسا کہ اس مقام پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے روایت کو نقل کرنے کے بعد کسی قسم کا تبصرہ نہیں فرمایا۔

1 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج ۱۴ ص ۲۸۰۔

واقعہ فیل

آپ ﷺ کی پیدائش سے 50 یا 55 دن قبل واقعہ فیل پیش آیا جس سے بیت اللہ اور قریش کی عظمت تمام اقوامِ عالم میں بہت بڑھ گئی اور عرب عجم قریش کا ادب واحترام کرنے لگے۔ امام آلوسی نے سورہ فیل کی تفسیر میں یہ واقعہ بالتفصیل نقل کیا ہے جس کا خلاصہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

"وتفصيل القصة أن أبرهة الأشرم بن الصباح الحبشي كما قال ابن إسحاق...ثم إنه بنى بصنعاء كنيسة لم ير مثلها في زمانها سمّاها القليس بقاف مضمومة ولام مفتوحة... قال: هلكوا جميعا فخرج عبد المطلب وأصحابه إليهم فأخذوا أموالهم"(1)

اسی سلسلے میں ابرہہ نے یمن میں ایک کنیسہ بھی تعمیر کیا اور سونے چاندی سے اس کو مرصع کیا۔ اور اہلِ عرب کو دعوت دی کہ وہ بیت اللہ کو چھوڑ کر اس گھر کا طواف کریں۔ جب عرب کو اس بات کا پتہ چلا تو قبیلہ کنانہ کے قیم بن عدی نے جا کر اس میں گندگی ڈال دی۔ جب ابرہہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے بیت اللہ کو منہدم کرنے کی قسم کھالی اور ہاتھیوں کا ایک لشکر لے کر سوئے حرم روانہ ہوا۔ اچانک ابابیلوں کے غول کے غول نمودار ہوئے اور کنکریوں کی بارش کر دی جس سے ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ امام آلوسی نے اس واقعہ کو سورۃ فیل کی تفسیر میں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے جو تقریباً ۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاہم یہاں اختصار کے پیشِ نظر خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ معتبر کتب سیرت میں یکجا اتنا مفصل واقعہ نہیں ملتا ممکن ہے مختلف کتابوں سے واقعہ تفصیل کے لیے ساتھ بیان کیا ہو(2)۔

ہادئ عالم ﷺ کی بعثتِ مبارکہ

جب انسانیت جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں گم ہو گئی۔ اور مذہبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی اور اخلاقی اقدار بالکل ختم ہونے لگیں تو خالق کائنات نے انسانیت کو ذلت کی پستیوں سے نکال کر عروج و کامیابیوں سے سرفراز کرنے کے لیے ایک ایسا ہادی بھیجا جس نے راہزنوں کو رہبر اور جاہلوں کو علم کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم کے اس گوہر نایاب کے لیے ایک مثالی قبیلہ، خاندان، گھر اور بہترین زمانہ کا انتخاب کیا۔

---

1 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج۱۵ ص۴۶۸۔

2 دیکھیے: ابنِ ہشام، عبد الملک، **السیرۃ النبویہ لابن ہشام**، مصر: مکتبہ مصطفیٰ البابی، طبع دوم، ۱۳۷۵ھ، ج۱ ص۴۵۔

حضور نبی کریم ﷺ کے لیے بہترین قبائل کا انتخاب

خالقِ کائنات نے حضور نبی کریم ﷺ کو تمام اوصافِ حمیدہ، فضائلِ جمیلہ، اعلیٰ ترین حسب و نسب اور بلند ترین خاندانی وقار کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بغیر کسی تفاخر کے اپنا حسب و نسب اور خاندانی فضیلت کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ صاحب تفسیر روح المعانی علامہ آلوسی نے اس موضوع سے متعلق متعدد روایات نقل کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

"وأخرج مسلم. وغيره عن واثلة بن الأسقع قال: "قال صلّى الله عليه وسلّم إن الله اصطفى كنانة---واصطفاني من بني هاشم"[1]

"علامہ مسلم وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا"۔

اس روایت کو علامہ مسلم نے اپنی صحیح میں[2] اور علامہ احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں[3] اور ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں[4] نقل کیا ہے۔ اس حدیث کی صحت پر محدثین متفق ہیں۔

حضور ﷺ کے لیے بہترین خاندان اور گھر کا انتخاب

علامہ آلوسی سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ﴾[5]"أخرج الترمذي وصححه والنسائي عن المطلب بن ربيعة قال:"--- فجعلني في خيرهم بيتا فأنا خيركم بيتا وخيركم نفسا"[6]

---

1 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج6ص49۔

2 مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَسْلِيمِ الْحَجَرِ عَلَيْهِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ، رقم الحدیث: 2276، ج4ص1782۔

3 احمد بن حنبل، **مسند**، مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ حَدِيثُ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، رقم الحدیث: 16986، ج28ص186۔

4 ابن ابی شیبہ ابو بکر، **الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار**، الریاض: مکتبہ الرشد، طبع اول، 1409ھ، كِتَابُ الْفَضَائِلِ بَابُ مَا أَعْطَى اللَّهُ تَعَالَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رقم الحدیث: 31731، ج6ص317۔

5 سورۃ التوبہ: 128۔

6 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج6ص49۔

"علامہ ترمذی نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور نسائی نے بھی اس کو روایت کیا ہے کہ حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کے متعلق کچھ نامناسب باتیں کیں تو آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور سوال فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہترین میں پیدا فرمایا اور پھر ان سب کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا تو مجھے بہترین گروہ میں سے بنایا، پھر سب لوگوں کو قبائل میں تقسیم کر دیا تو مجھے سب سے بہترین قبیلہ میں سے بنایا، پھر سب لوگوں کو گھروں میں تقسیم کر دیا تو مجھے سب سے بہترین گھر میں پیدا فرمایا۔ پس میں گھر اور اپنی ذات کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔"

اس روایت کو علامہ آلوسی نے جامع ترمذی کے حوالہ سے حضرت مطلب بن ربیعہ سے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی میں یہ روایت حضرت مطلب بن وداعہ سے منقول ہے اور ترمذی میں آخری الفاظ یہ ہیں: "ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ نَفْسًا"[1] علامہ ترمذی نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے: " هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ " ثانیاً علامہ آلوسی نے اس حدیث کی نسبت سنن النسائی کی طرف کی ہے جبکہ سنن النسائی میں ان الفاظ کے ساتھ حدیث نہیں مل سکی۔

حضور ﷺ کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر

درج بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے صحیح بخاری اور دلائل النبوہ کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"وأخرج البخاريوالبيهقي في الدلائلعن أبي هريرة أن رسول الله صلّى الله عليه وسلم قال:

"بعث من خير قرون بني آدم قرنا فقرنا حتى كنت من القرن الذي كنت فيه"[2]"حضرت

---

1 الترمذی، **جامع الترمذی**،أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،باب(بغیر عنوان)،رقم الحدیث:3532،ج5ص543۔

2 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**،ج6ص49۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بنی آدم کے زمانوں میں سے بہترین زمانے میں بھیجا گیا پس سب سے بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ہوں۔"

اس روایت کو علامہ بخاری نے باب صفۃ النبی ﷺ میں[1] اور علامہ بیہقی نے باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ﷺ میں[2] نقل کیا ہے۔

حضرت آدمؑ سے حضور ﷺ تک پاکیزہ حسب ونسب

"وروی البیهقي عن أنس "أن رسول الله صلّى الله عليه وسلم قال: ما افترق الناس فرقتين ---فأنا خيركم نفسا وخيركم أبا"[3]

"علامہ بیہقی حضرت انس رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام گروہوں میں سے بہترین گروہ میں مجھے پیدا فرمایا۔ میں اپنے والدین سے پیدا ہوا ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی میری زندگی پر کوئی داغ نہیں اور میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ حضرت آدمؑ سے لیکر میرے والدین تک کہیں بھی زنا نہیں اس لیے میں اپنی ذات کے اعتبار سے اور اپنے والدین کے اعتبار سے تم سب سے بہترین ہوں"۔

اس روایت کو علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ﷺ میں[4]، علامہ ابن کثیر نے السیرۃ النبویہ میں[5] اور علامہ جلال الدین سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں[6] نقل کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے اس حصہ کو مکمل کرتے ہوئے آپ ﷺ کے والدِ گرامی کے

---

1 البخاري، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ، **الجامع الصحیح**، مصر: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، کِتَابُ المَنَاقِبِ، بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رقم الحدیث: 3557، ج4ص189۔

2 البیہقی، أحمد بن الحسین، **دلائل النبوۃ**، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع اول، 1405ھ، بَابُ ذِكْرِ شَرَفِ أَصْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَسَبِهِ، ج1ص175۔

3 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج6ص49۔

4 البیہقی، **دلائل النبوۃ**، بَابُ ذِكْرِ شَرَفِ أَصْلِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَسَبِهِ، ج1ص175۔

5 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، **البدایۃ والنھایۃ**، بیروت: داراحیاء العربی، طبع اول، 1408ھ کِتَابُ سِيرَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ مَوْلِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج2ص314۔

6 **جلال الدین السیوطی، الخصائص الکبری**، لَطِيفَة أُخْرَى فِي أَن اخذ الْمِيثَاق من النَّبِيين لنبينا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَعَلَيْهِم كإيمَانِ الْبيعَة الَّتِي تُؤْخَذ للخلفاء بیروت: دارالکتب العلمیہ، س ن، ج1ص65۔

متعلق بھی کچھ عرض کیا جائے جن کی وفات آپ ﷺ کی ولادت سے چھ ماہ قبل ہوئی۔ علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات پر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک مشہور واقعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی کا ہے۔ جس کو ذکر کرتے ہوئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

چاہِ زمزم کی کھدائی اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب الذبیح

"فقال معاوية: كنا عند رسول الله صلّى الله عليه وسلم فأتاه أعرابي– فلما فرغ أسهم بينهم — هذا واحد والآخر إسماعيل "(1)

"حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کھیتیاں خشک ہو گئیں اور پانی ختم ہو گیا، مال اور اہل وعیال سب ہلاک ہو رہے ہیں۔ اے ابن الذبیحین! اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے اس کے پورا ہونے کی دعا فرمائیے۔ رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے اور اس لقب کو اجنبی نہ سمجھا؛ تاہم قوم نے سوال کیا کہ اے امیر المؤمنین ذبیحین کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب حضرت عبدالمطلب کو زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اس بات کی نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس امر کو آسان فرمادیں تو وہ اپنے کسی ایک بیٹے کو رضاءِ الٰہی کے لیے ذبح کریں گے۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنے دس بیٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ جب حضرت عبدالمطلب نے آپ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کے خالہ زاد بھائی بنو مخزوم نے اس سے روک دیا اور کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ ادا کر کے رب کو راضی کر لو۔ تو آپ نے سو اونٹ بطور فدیہ دیئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذبح کا ایک واقعہ تو یہ پیش آیا اور دوسرا واقعہ حضرت اسماعیلؑ کے ذبح کرنے کا ہے۔ (اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کو ابن الذبیحین کہا جاتا ہے۔)

اس روایت کو علامہ حاکم نے مستدرک میں(2) اور علامہ حلبی نے سیرۃ حلبیہ میں(3) اور دیگر محدثین و سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے۔

---

1 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج12 ص128۔

2 الحاکم، محمد بن عبد اللہ، **المستدرک علی الصحیحین**، بیروت: دار الکتب العلمیہ كِتَابُ تَوَارِيخِ الْمُتَقَدِّمِينَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ ذِكْرُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا، طبع اول، 1411ھ، رقم الحدیث:4036، ج2ص604۔

3 الحلبی، **السیرۃ الحلبیۃ**، باب: تزويج عبد الله أبي النبي صلى الله عليه وسلم آمنة أمه صلى الله عليه وسلم وحفر زمزم وما يتعلق بذلك، ج1ص54۔

حضرت عبداللہ کی وفات

حضرت عبداللہ کی وفات کے متعلق سورۃ الضحیٰ کی تفسیر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"روي أن عبد المطلب بعث ابنه عبد الله--- جنين قد أتت عليه ستة أشهر"(1)

"روایت کیا گیا ہے کہ عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کھجوروں کے کاروبار کے لیے یثرب بھیجا، جہاں حضرت عبداللہ کی وفات ہوگئی۔ اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کو اپنی ماں کے پیٹ میں جلوہ افراز ہوئے چھ ماہ ہوئے تھے۔"

اس مقام پر علامہ آلوسی نے کسی کتاب کا حوالہ دینے کی بجائے رُوِی مجہول نقل کیا ہے۔ حالانکہ کتبِ سیرت میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ علامہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس واقعہ کو مفصل ذکر کیا ہے(2)۔

خلاصہ بحث

اس مقالہ کے آغاز میں علامہ آلوسی اور ان کی تفسیر کا مختصر تعارف پیش کیا گیا۔ آپ اپنے زمانے کے ایک گوہرِ نایاب تھے۔ 53 سال کی مختصر عمر میں وہ کارہائے نمایاں سر انجام دیئے کہ تا قیامت ان کے آثار ان کے لیے صدقہ جاریہ اور امت کے لیے نشانِ منزل رہیں گے۔ آپ کی تفسیر سابقہ تمام تفاسیر کا نچوڑ ہے۔ جس میں متعدد علوم وفنون بیان کئے گئے ہیں۔ تاہم مقالہ ہذا میں صرف تفسیر روح المعانی میں موجود روایاتِ سیرت پر بحث کی گئی ہے وہ بھی سیرت کے تمام پہلوؤں پر نہیں بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل کے مباحثِ سیرت بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کا عالم ارواح میں تذکرہ، انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد ومیثاق، نبوت کا بنی اسماعیل میں منتقل ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بشارت، واقعہ فیل کو بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں آپ ﷺ کے خاندان اور حسب ونسب وزمانہ کے شرف اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے۔

---

1 الآلوسی، **تفسیر روح المعانی**، ج15 ص380۔

2 البیہقی، **دلائل النبوۃ**، بَابُ مَا جَاءَ فِي إِخْبَارِهِ بِأَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ، ج6 ص478۔

نتائج بحث

- الشیخ ابوالثناء شہاب الدین سید محمود بغدادی الآلوسی اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، علامہ، محدّث فقیہ اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۱۷ھ میں آلوس نامی بستی میں ہوئی جبکہ ۲۵ ذوالقعدہ ۱۲۷۰ھ میں آپ خالقِ حقیقی کو جا ملے۔
- آپ کی تفسیر روح المعانی کا شمار عربی زبان کی معتبر ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔ تفسیر روح المعانی ایک ایسا علمی انسائیکلوپیڈیا ہے جو اپنی جامعیت، وسعت اور مختلف علوم وفنون کے ذخیرہ کی بنا پر ممتاز ہے۔
- آپ مباحثِ سیرت کو نقل کرنے کے لیے صحیحین کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور جہاں صحیحین میں روایت موجود نہ ہو وہاں جامع ترمذی، مسند احمد بن حنبل، سنن دارمی، المعجم الکبیر للطبرانی، اور مستدرک علی الصحیحین وغیرہ کی روایت کو نقل کرتے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر صحیحین میں روایت موجود ہونے کے باوجود دوسری کتب کی طرف مراجعت فرماتے ہیں۔ مقالہ میں اس کی مثالیں پیش کی گئی ہیں۔
- کتبِ سیرت میں آپ نے زیادہ تر استفادہ سیرۃ ابنِ ہشام، البدایہ والنہایہ، طبقات ابنِ سعد، دلائل النبوۃ للبیہقی، دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصفہانی، الخصائص الکبریٰ للسیوطی، سیرۃ حلبیہ، سُبُل الھدیٰ اور سے کیا ہے۔
- بعض مقامات پر کتب حدیث وسیرت سے حوالہ دینے کی بجائے کتبِ تفسیر سے حوالہ دیتے ہیں۔ جن تفاسیر سے آپ نے زیادہ استفادہ کیا ہے ان میں تفسیر قرطبی، تفسیر الدرالمنثور، ابن جریر طبری، تفسیر ثعلبی، تفسیر، مفاتیح الغیب، تفسیر خازن، تفسیر بغوی، تفسیر کشاف وغیرہ شامل ہیں۔
- موضوع روایات اور اسرائیلیات پر شدید تنقید کی ہے۔ تاہم بعض مقامات پر خود اسرائیلیات کو نقل بھی کیا ہے۔ جیسا کہ مثالوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔
- کئی مقامات پر متعلقہ کتب یا ان کے مؤلفین کا نام بھی علامہ آلوسی نے ذکر نہیں کیا بلکہ رُوِیَ یا قِیلَ کے الفاظ کے ساتھ روایات کو ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس مقالہ کے آخری عنوان (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات) میں اس کی مثال پیش کی گئی ہے۔
- اگرچہ بتقاضائے بشری بعض مقامات پر ضعیف روایات اور بعض تسامحات بھی ہیں لیکن القلیل کالمعدوم کا اعتبار کرتے ہوئے ان کی وجہ سے آپ کی تفسیر کی اہمیت ومقام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- آخر میں آپ ﷺ کے حسب ونسب کی شرافت اور آپ ﷺ کے بہترین زمانہ اور قبائل وخاندان کے انتخاب کے متعلق روایات کو ذکر کیا گیا ہے۔